ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 05 No. 02. April-June 2026.Page# 395-406
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Concept of Tolerance in the Light of Islamic Teachings and Its Contemporary Applications: A Research Study

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رواداری کا تصور اور اس کی عصری تطبیقات: ایک تحقیقی مطالعہ

Kausar Shaheen
M.Phil scholer, Department of Islamic Studies Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan
Ayesha Alam
M.Phil scholer, Department of Islamic Studies Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan
Associate Professor Dr. Naseem Akhter
Department of Islamic Studies Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan
Corresponding Author Email: khtr_nsm@yahoo.com

Abstract

This research work discusses the concept of tolerance (Rawadari) in Islamic teachings and its relevance in the modern era with particular emphasis on Pakistan. Tolerance in Islam is not passive tolerance of differences but an active virtue derived from the Quran and Sunnah that advocates respect, justice, understanding and harmony among people of diverse backgrounds. The research traced the origins of tolerance from Quranic teachings on religious freedom, benevolence toward the adversaries, and human dignity, to the examples of tolerance from the Prophetic tradition, especially the Treaty of Medina and the Prophet Muhammad's (ﷺ) forgiving attitude towards the people of Makkah and the People of the Book. It also examines the historical implementation of tolerance in the Rashidun Caliphate, Andalusia, and the Ottoman Empire, focusing on rights of non-Muslim minorities and intellectual exchanges in the field of tolerance. In the modern era, the study points to the key factors responsible for intolerance, including religious extremism and sectarianism, political manipulation, and the dark side of social media. The research highlights contemporary practices such as interfaith and intra-faith dialogues, educational reforms for tolerance, cultivating tolerance in the family and society, and constitutional provisions to ensure religious harmony. With a particular reference to multi-ethnic and multi-faith Pakistan, the paper highlights the need for tolerance to promote national unity, social harmony and peaceful co-existence. It finds Islamic tolerance more holistic and divinely inspired than Western secular tolerance. The paper suggests incorporating tolerance education in school curricula, launching interfaith programs, controlling hate speech on social media, and initiating nationwide campaigns on tolerance.

Keywords: *Tolerance in Islam, Rawadari, Quranic teachings, Prophetic examples, Religious freedom, Interfaith dialogue, Sectarianism, Social harmony, Pakistan context, Contemporary applications, National unity.*

1۔ مقدمہ

موضوع کا تعارف اور پس منظر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رواداری کا تصور انسانی تاریخ کے آغاز سے ہی معاشرتی ہم آہنگی کا بنیادی اصول رہا ہے۔ رواداری سے مراد صرف اختلافات برداشت کرنا نہیں بلکہ انہیں احترام کے ساتھ قبول کرتے ہوئے ایک دوسرے کی آزادی اور حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ اس موضوع کا پس منظر قدیم مذاہب اور

تہذیبوں میں ملتا ہے مگر اسلام نے اسے ایک جامع نظام حیات کی شکل دی ہے۔ آج کی دنیا میں جہاں مذہبی، نسلی اور ثقافتی تنوع بڑھ رہا ہے وہاں رواداری کی ضرورت مزید اجاگر ہوتی جارہی ہے۔ یہ تصور نہ صرف انفرادی سطح پر بلکہ قومی اور عالمی سطح پر امن و استحکام کی ضمانت بن سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں رواداری کو ایک اخلاقی فریضہ قرار دیا گیا ہے جو معاشرے کو انتشار سے بچاتا ہے۔ اس طرح یہ موضوع عصری چیلنجز کے تناظر میں انتہائی اہمیت کا حامل بن جاتا ہے اور تحقیق کے لیے ایک وسیع میدان فراہم کرتا ہے۔

موجودہ دور میں رواداری کی ضرورت و اہمیت موجودہ دور میں رواداری کی ضرورت و اہمیت اس لیے بڑھ گئی ہے کہ دنیا تیزی سے گلوبلائزڈ ہو رہی ہے اور مختلف تہذیبوں کے لوگ ایک دوسرے کے قریب آرہے ہیں۔ دہشت گردی، فرقہ وارانہ تشدد اور مذہبی انتہا پسندی نے معاشروں کو شدید نقصان پہنچایا ہے جس کی وجہ سے امن کی تلاش میں رواداری کو واحد حل سمجھا جارہا ہے۔ یہ نہ صرف سماجی ہم آہنگی بڑھاتی ہے بلکہ معاشی ترقی اور سیاسی استحکام کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ آج کے دور میں جہاں سوشل میڈیا نے اختلافات کو فوری طور پر پھیلانے کا ذریعہ بنا دیا ہے وہاں رواداری کی تعلیمات نوجوان نسل کو درست سمت فراہم کر سکتی ہیں۔ اگر رواداری کو اپنایا جائے تو عالمی تنازعات حل ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کا احترام بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ اس لیے موجودہ عصر میں رواداری کو صرف ایک اخلاقی قدر نہیں بلکہ بقائے باہمی کی ضمانت سمجھنا چاہیے۔

اسلامی تعلیمات میں رواداری کی بنیادی حیثیت اسلامی تعلیمات میں رواداری کی بنیادی حیثیت قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ سے واضح طور پر سامنے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسانوں کو مختلف قوموں اور قبائل میں تقسیم کیا تاکہ وہ ایک دوسرے کو پہچانیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ معاہدہ کیا جو رواداری کا بہترین نمونہ ہے۔ اسلام میں رواداری کو صرف ایک اصول نہیں بلکہ ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے جو جبر اور تشدد سے مکمل طور پر پاک ہے۔ یہ تعلیمات ہمیں سکھاتی ہیں کہ اختلاف رائے کو اللہ کی نشانی سمجھا جائے اور ہر انسان کو اس کے عقائد پر عمل کرنے کی آزادی دی جائے۔ اس طرح اسلامی تعلیمات رواداری کو ایک جامع اخلاقی فریم ورک فراہم کرتی ہیں جو آج بھی انسانی معاشرے کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

تحقیق کے مقاصد اور منہج تحقیق تحقیق کے مقاصد میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رواداری کے تصور کو واضح کرنا، اس کی عصری تطبیقات کا جائزہ لینا اور معاصر مسائل کے حل کے لیے اسے عملی شکل دینا شامل ہیں۔ اس مقصد کے لیے معاصر چیلنجز جیسے فرقہ واریت اور عالمی امن کے تناظر میں رواداری کی اہمیت پر توجہ دی جائے گی۔ منہج تحقیق تجزیاتی اور معیاراتی ہوگا جس میں قرآن و حدیث کے بنیادی مآخذ، فقہی اقوال اور جدید علمی تحریروں کا مطالعہ کیا جائے گا۔ ڈیٹا کو ثانوی ذرائع سے جمع کیا جائے گا اور اسے منطقی طور پر ترتیب دے کر نتائج اخذ کیے جائیں گے۔ اس تحقیق کا مقصد صرف نظریاتی بحث نہیں بلکہ عملی حل پیش کرنا بھی ہے تاکہ معاشرے میں رواداری کی فرہنگ کو فروغ دیا جاسکے۔ اس طرح یہ مطالعہ اسلامی تعلیمات اور عصری تقاضوں کے درمیان ایک پل کا کام کرے گا۔

2۔ رواداری کا مفہوم اور اصطلاحی تعارف

رواداری کے لغوی معنی رواداری کا لفظ انسانی زبانوں کی تاریخ میں ایک گہرا اور جامع مفہوم رکھتا ہے جو صرف الفاظ کی ساخت سے نہیں بلکہ اس کے بنیادی جذبات سے جڑا ہوا ہے۔ یہ لفظ اصل میں عربی زبان کے س م ح سے نکلا ہے جس کا مطلب نرمی، آسانی اور لچکدار رویہ ہے۔ لغوی طور پر رواداری کا مطلب ہے کہ کسی صورت حال یا اختلاف کو سختی کے بغیر قبول کر لینا اور اسے بغیر جبر کے برداشت کرنا۔ یہ مفہوم قدیم زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے تاکہ معاشرتی رشتے مضبوط رہیں۔ اسلام سے پہلے بھی مختلف تہذیبوں میں یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوتا تھا مگر اسلام نے اسے ایک اخلاقی اصول کی شکل دے کر اس کی گہرائی بڑھا دی۔ رواداری لغوی سطح پر صرف برداشت نہیں بلکہ ایک فعال رویہ ہے جو دوسروں کی آزادی کو تسلیم کرتا ہے اور ان کے ساتھ احترام کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے معاشرے میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اور تنازعات کم ہوتے ہیں۔ آج کے دور میں جب لوگ مختلف ثقافتوں اور عقائد کے ساتھ رہ رہے ہیں تو رواداری کے لغوی معنی مزید اہم ہو گئے ہیں کیونکہ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ اختلاف کو قبول کر کے ہی ہم ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں۔ یہ نہ صرف انفرادی سطح پر بلکہ قومی اور عالمی سطح پر امن کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اگر ہم رواداری کو صرف لغوی معنی تک محدود رکھیں تو بھی یہ ایک طاقتور ہتھیار ہے جو نفرت اور تشدد کو روکتا ہے۔ اس مفہوم کو سمجھنے سے معاشرتی مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے اور لوگ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنا سیکھتے ہیں۔ رواداری لغوی طور پر ایک ایسا رویہ ہے جو زندگی کو آسان بناتا ہے اور انسانی تعلقات کو خوبصورت بناتا ہے۔ یہ تصور انسانی فطرت سے مطابقت رکھتا ہے اور اسے اپنانے سے معاشرہ خوشحال اور پر امن بن جاتا ہے[1]۔ رواداری کے لغوی معنی کو سمجھ کر ہم آسانی سے اس کی گہرائی تک پہنچ سکتے ہیں اور اسے اپنی روزمرہ زندگی میں اپنا سکتے ہیں۔ یہ نہ صرف زبان کا مسئلہ ہے بلکہ اخلاقی تربیت کا حصہ بھی ہے جو ہمیں سکھاتا ہے کہ سختی کے بجائے نرمی سے کام لینا ہی کامیابی کا راستہ ہے۔ اس طرح رواداری کا لغوی مفہوم ہمیں ایک وسیع افق فراہم کرتا ہے جہاں ہم اختلافات کو نہ صرف برداشت کرتے ہیں بلکہ انہیں احترام کے ساتھ قبول بھی کرتے ہیں۔ یہ مفہوم انسانی تاریخ کے ہر دور میں اہم رہا ہے اور آج بھی معاصر مسائل کے حل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ہم اسے نظر

[1] ابن فارس، ابو الحسین احمد بن زکریا القزوینی الرازی، معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر، بیروت، 1399ھ / 1979ء، جلد 3، ص 256

انداز کریں تو معاشرتی انتشار بڑھ سکتا ہے مگر اسے اپنانے سے ہم ایک بہتر دنیا بنا سکتے ہیں۔ رواداری لغوی سطح پر ایک ایسا اصول ہے جو ہر انسان کو اپنانا چاہیے تاکہ زندگی آسان اور پرامن ہو۔ اس کی گہرائی کو سمجھنے سے ہم نہ صرف خود کو بہتر بنا سکتے ہیں بلکہ دوسروں کے ساتھ بھی بہتر تعلقات استوار کر سکتے ہیں۔ یہ مفہوم اسلام کی تعلیمات سے جڑا ہوا ہے جو ہمیں ہر حال میں نرمی کا درس دیتا ہے۔

رواداری کا اصطلاحی مفہوم رواداری کا اصطلاحی مفہوم لغوی معنی سے آگے بڑھ کر ایک جامع اخلاقی اور سماجی اصول بن جاتا ہے جو اختلافات کو احترام کے ساتھ قبول کرنے کا نام ہے۔ یہ صرف برداشت نہیں بلکہ ایک فعال رویہ ہے جس میں دوسروں کے عقائد، خیالات اور طرز زندگی کو تسلیم کیا جاتا ہے بغیر ان پر جبر کیے۔ اسلامی اصطلاح میں رواداری کا مطلب ہے کہ انسان دوسروں کی آزادی کو محفوظ رکھتے ہوئے معاشرتی ہم آہنگی قائم کرے۔ یہ مفہوم قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک ایمانی فریضہ بن جاتا ہے جو معاشرے کو انتشار سے بچاتا ہے۔ اصطلاحی طور پر رواداری کا مطلب ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں، ان کے حقوق کا احترام کریں اور انہیں اپنے عقائد پر عمل کرنے کی آزادی دیں۔ یہ اصول نہ صرف مذہبی سطح پر بلکہ سیاسی، معاشی اور ثقافتی سطح پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ آج کے گلوبلائزڈ دور میں رواداری کا اصطلاحی مفہوم مزید اہمیت اختیار کر گیا ہے کیونکہ مختلف تہذیبوں کے لوگ ایک جگہ رہ رہے ہیں اور ان کے درمیان تنازعات پیدا ہونے کا خطرہ ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ رواداری ہمیں سکھاتا ہے کہ اختلاف رائے کو اللہ کی نشانی سمجھیں اور اسے امن کا ذریعہ بنائیں۔ یہ مفہوم معاشرتی ہم آہنگی، انسانی حقوق اور عالمی امن کی ضمانت ہے۔ اگر ہم رواداری کو اصطلاحی طور پر اپنائیں تو فرقہ وارانہ تشدد، دہشت گردی اور نسلی نفرت جیسے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یہ اصول نوجوان نسل کو درست سمت دیتا ہے اور سوشل میڈیا کے دور میں جہاں نفرت پھیلانا آسان ہے وہاں رواداری ایک موثر حل ہے۔ رواداری کا اصطلاحی مفہوم ہمیں بتاتا ہے کہ اسلام جبر سے پاک ہے اور یہ صرف ایک مذہب نہیں بلکہ زندگی کا طریقہ ہے۔ یہ مفہوم ہر سطح پر اطلاق پذیر ہے اور معاصر چیلنجز کے حل کے لیے ناگزیر ہے[2]۔ رواداری کا اصطلاحی مفہوم ہمیں ایک وسیع اخلاقی فریم ورک فراہم کرتا ہے جو نہ صرف نظریاتی ہے بلکہ عملی بھی ہے۔ یہ اصول معاشرے کو ایک خاندان کی طرح جوڑتا ہے اور ہر فرد کو اس کی انفرادیت کا احترام کرتا ہے۔ اگر ہم اسے اپنائیں تو دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے اور انسانی ترقی ممکن ہو سکتی ہے۔ رواداری اصطلاحی طور پر ایک ایسا تصور ہے جو اختلافات کو دولت بنا دیتا ہے اور معاشرے کو مضبوط بناتا ہے۔ یہ مفہوم اسلامی تعلیمات کا بنیادی جوہر ہے جو ہمیں سکھاتا ہے کہ نرمی ہی کامیابی کا راستہ ہے۔

برداشت، تحمل اور رواداری میں فرق برداشت، تحمل اور رواداری میں ایک واضح فرق ہے جو ان کے مفہوم، اطلاق اور نتائج سے واضح ہوتا ہے۔ برداشت کا مطلب ہے کہ کسی ناخوشگوار صورت حال یا اختلاف کو خاموشی سے برداشت کر لینا مگر اسے قبول نہ کرنا۔ یہ ایک منفی رویہ ہے جو صرف انتظار پر مبنی ہوتا ہے۔ تحمل اس سے آگے بڑھ کر صبر اور استقامت کا نام ہے جس میں مشکلات کو ڈٹ کر برداشت کیا جاتا ہے مگر یہ بھی فعال عمل نہیں ہے۔ رواداری ان دونوں سے مختلف ہے کیونکہ یہ ایک مثبت اور فعال اصول ہے جو اختلافات کو احترام کے ساتھ قبول کرتا ہے اور انہیں معاشرتی ہم آہنگی کا ذریعہ بناتا ہے۔ برداشت اور تحمل صرف انفرادی سطح پر محدود رہتے ہیں جبکہ رواداری اجتماعی اور سماجی سطح پر کام کرتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ برداشت میں جبر کی بو آتی ہے، تحمل میں صبر ہے مگر رواداری میں آزادی اور احترام ہے۔ اسلامی تعلیمات میں رواداری کو برداشت اور تحمل سے بالاتر قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ ایمان کا حصہ ہے۔ اگر ہم برداشت کو رواداری سمجھ لیں تو معاشرہ کمزور ہو جائے گا مگر رواداری کو اپنانے سے معاشرہ مضبوط بنتا ہے۔ یہ تینوں اصطلاحات ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں مگر رواداری سب سے جامع ہے۔ آج کے دور میں جہاں فرقہ واریت بڑھ رہی ہے وہاں رواداری کا فرق سمجھنا ضروری ہے تاکہ ہم صرف برداشت نہ کریں بلکہ فعال طور پر احترام کریں۔ یہ فرق ہمیں سکھاتا ہے کہ رواداری نہ صرف ایک اخلاقی قدر ہے بلکہ بقائے باہمی کی ضمانت بھی ہے۔ اگر ہم اس فرق کو نظر انداز کریں تو معاشرتی مسائل حل نہیں ہوں گے۔ رواداری برداشت اور تحمل سے آگے جا کر ایک نئی دنیا کی بنیاد رکھتی ہے جہاں ہر انسان کو اپنے عقائد کی آزادی ہو۔ یہ فرق اسلامی فقہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے جو ہمیں درست راستہ دکھاتا ہے۔[3] برداشت، تحمل اور رواداری میں فرق کو سمجھ کر ہم اپنے رویے کو بہتر بنا سکتے ہیں اور معاشرے میں حقیقی ہم آہنگی پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ فرق نہ صرف نظریاتی ہے بلکہ عملی زندگی میں بھی اہم ہے۔ رواداری کو اپنانے سے ہم نہ صرف خود کو بچاتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

اسلامی اور مغربی تصورِ رواداری کا تقابلی جائزہ اسلامی اور مغربی تصور رواداری میں بنیادی فرق ہے جو ان کے نظریاتی بنیادوں سے نکلتا ہے۔ اسلامی رواداری الٰہی حکم پر مبنی ہے جو قرآن و سنت سے اخذ کیا جاتا ہے اور یہ جبر سے پاک ہے۔ مغربی رواداری سیکولر فلسفہ پر قائم ہے جو انسانی حقوق اور لبرلزم سے جڑی ہے مگر یہ اکثر سیاسی مفادات کی وجہ سے متاثر ہوتی ہے۔ اسلام میں رواداری ایک اخلاقی فریضہ ہے جو مدینہ کے معاہدے جیسے تاریخی نمونوں سے واضح ہے جبکہ مغرب میں یہ انفرادی آزادی کا نتیجہ ہے۔ تقابلی جائزے

---

[2] امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، بیروت، 1422ھ / 2001ء، کتاب الایمان، باب الدین یسر، حدیث نمبر 39

[3] الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعۃ، دار المعرفۃ، بیروت، بے تاریخ، جلد 2، ص 312

سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی رواداری جامع ہے جو مذہبی، نسلی اور ثقافتی تنوع کو اللہ کی نشانی سمجھتی ہے مگر مغربی رواداری بعض اوقات دوغلی پالیسی اپناتی ہے۔ اسلام رواداری کو ایمان کا حصہ قرار دیتا ہے جبکہ مغرب اسے قانون کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ یہ تقابلی مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ اسلامی رواداری زیادہ مستقل اور جامع ہے کیونکہ یہ الٰہی ہے۔ آج کے دور میں جب دونوں تہذیبوں کے درمیان رابطے بڑھ رہے ہیں تو یہ جائزہ اہم ہے تاکہ ہم غلط فہمیاں دور کریں۔ اسلامی رواداری امن کی ضمانت ہے مگر مغربی بعض اوقات استحصال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ یہ فرق ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی رواداری صرف اسلامی تعلیمات میں ہے۔[4] اسلامی اور مغربی تصور کا تقابلی جائزہ ہمیں ایک متوازن نقطہ نظر دیتا ہے جو معاصر مسائل حل کرنے میں مددگار ہے۔ یہ جائزہ نہ صرف نظریاتی ہے بلکہ عملی حل بھی پیش کرتا ہے۔ رواداری کے دونوں تصورات کو سمجھ کر ہم ایک بہتر عالمی معاشرہ بنا سکتے ہیں۔

3۔ قرآن مجید میں رواداری کا تصور

مذہبی آزادی اور عدمِ جبر کا اصول قرآن مجید میں رواداری کا تصور سب سے پہلے مذہبی آزادی اور عدم جبر کے اصول کے ذریعے واضح ہوتا ہے جو انسانی فطرت کی آزادی کو بنیاد بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے کیونکہ ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ اصول اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ ہر انسان کو اپنے عقائد کا انتخاب کرنے کی مکمل آزادی ہو اور کسی کو زبردستی اسلام یا کسی دوسرے مذہب کی طرف نہیں دھکیلا جائے۔ یہ تعلیم نہ صرف انفرادی آزادی کی حفاظت کرتی ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی بھی قائم رکھتی ہے۔ قرآن مجید ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام انسان ایک ہی عقیدے پر ہوتے مگر اس نے تنوع کو اپنی نشانی قرار دیا ہے۔ اس اصول کی وجہ سے اسلام جبر اور تشدد سے پاک رہا ہے اور مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ پرامن بقائے باہمی ممکن ہوئی۔ آج کے دور میں جہاں مذہبی انتہا پسندی بڑھ رہی ہے یہ اصول ایک رہنما بن سکتا ہے۔ یہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے حقوق بھی محفوظ رکھتا ہے اور انہیں اپنے عقائد پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ مذہبی آزادی کا یہ اصول رواداری کی بنیاد ہے جو نفرت اور فساد کو روکتا ہے۔ اگر یہ اصول نہ ہوتا تو معاشرے میں انتشار پھیل جاتا۔ قرآن مجید اس بات پر زور دیتا ہے کہ دعوت دین حکمت اور نرمی سے ہو اور جبر سے نہیں۔ یہ تعلیم انسانی حقوق کا احترام کرتی ہے اور ہر فرد کو اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس دلاتی ہے۔ رواداری کا یہ تصور قرآن کی روشنی میں ایک جامع نظام ہے جو آج بھی عالمی امن کے لیے ناگزیر ہے۔[5] یہ اصول ہمیں سکھاتا ہے کہ رواداری اللہ کا حکم ہے اور اسے اپنانے سے معاشرہ پرامن بنتا ہے۔ مذہبی آزادی کا یہ تصور نہ صرف نظریاتی ہے بلکہ عملی زندگی میں بھی اطلاق پذیر ہے۔ یہ قرآن مجید کی رواداری کی اساس ہے جو اختلافات کو اللہ کی نشانی سمجھتی ہے اور جبر کو رد کرتی ہے۔ اس اصول کو سمجھ کر ہم آج کے چیلنجز کا حل تلاش کر سکتے ہیں اور ایک بہتر معاشرہ بنا سکتے ہیں جہاں ہر شخص اپنے عقیدے کے ساتھ محفوظ رہے۔ رواداری کا یہ پہلو قرآن کی عالمگیریت کو ظاہر کرتا ہے جو تمام انسانیت کے لیے رحمت ہے۔

مخالفین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم قرآن مجید مخالفین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دے کر رواداری کا ایک عملی نمونہ پیش کرتا ہے جو نفرت کی بجائے محبت اور احترام کو فروغ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ تم سے لڑائی نہیں کرتے اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالتے ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرو۔ یہ تعلیم اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اختلاف عقیدہ ہونے کے باوجود انسانی تعلقات حسن سلوک پر مبنی ہونے چاہییں۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی اس تعلیم کی عملی تفسیر ہے جہاں آپ نے مخالفین کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آیا۔ حسن سلوک کا یہ اصول رواداری کو ایک اخلاقی فریضہ بناتا ہے جو معاشرے میں اعتماد پیدا کرتا ہے۔ اگر ہم مخالفین کے ساتھ اچھا سلوک کریں تو نفرت ختم ہوگی اور امن قائم ہوگا۔ قرآن مجید ہمیں سکھاتا ہے کہ حسن سلوک اللہ کی محبت کا ذریعہ ہے اور یہ رواداری کی روح ہے۔ آج کے دور میں جہاں سوشل میڈیا پر نفرت پھیل رہی ہے یہ تعلیم نوجوانوں کے لیے رہنما ہے۔ مخالفین کے ساتھ حسن سلوک نہ صرف انفرادی سطح پر بلکہ قومی سطح پر بھی امن کی ضمانت ہے۔ یہ اصول جبر سے پاک ہے اور آزادی کا احترام کرتا ہے۔ رواداری کا یہ پہلو قرآن کی رحمت کو ظاہر کرتا ہے جو تمام انسانیت کے لیے ہے۔ اگر یہ تعلیم اپنائی جائے تو فرقہ وارانہ تنازعات حل ہو سکتے ہیں۔ حسن سلوک رواداری کو فعال بناتا ہے اور معاشرے کو ایک خاندان کی شکل دیتا ہے۔ یہ تعلیم ہمیں بتاتی ہے کہ اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کا احترام ضروری ہے۔ قرآن مجید کی یہ تعلیم آج بھی انسانی معاشروں کے لیے مشعل راہ ہے۔[6] مخالفین کے ساتھ حسن سلوک کی یہ تعلیم رواداری کو ایک زندہ حقیقت بناتی ہے جو روزمرہ زندگی میں قابل عمل ہے۔ یہ اصول معاشرتی ہم آہنگی بڑھاتا ہے اور انسانی حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر ہم اسے اپنائیں تو دنیا میں امن پھیل سکتا ہے۔ رواداری کا یہ تصور قرآن مجید کی روشنی میں ایک جامع اخلاقی نظام ہے جو آج کے گلوبلائزڈ دور میں انتہائی اہم ہے۔

---

[4] ابن حزم، علی بن احمد، کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل، دار الجیل، بیروت، 1405ھ / 1985ء، جلد 1، ص 178

[5] الطبري، محمد بن جرير، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، دار هجر للطباعة والنشر، القاهرة، 1422ھ / 2001ء، جلد 3، ص 412

[6] ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، الریاض، 1420ھ / 1999ء، جلد 4، ص 289

عدل و انصاف بطور بنیادِ رواداری عدل و انصاف قرآن مجید میں رواداری کی بنیاد کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو ہر سطح پر انصاف کی ضمانت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عدل قائم کرو چاہے یہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا رشتہ داروں کے خلاف۔ یہ اصول رواداری کو مضبوط بناتا ہے کیونکہ بغیر عدل کے رواداری ممکن نہیں۔ عدل و انصاف اختلافات کے باوجود حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور معاشرے میں اعتماد پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید ہمیں سکھاتا ہے کہ رواداری عدل پر قائم ہو تو ہی مستقل رہتی ہے۔ اگر عدل نہ ہو تو رواداری کمزور ہو جاتی ہے اور تشدد بڑھ جاتا ہے۔ یہ بنیاد رواداری کو ایک نظام حیات بناتی ہے جو سیاسی، معاشی اور سماجی سطح پر اطلاق پذیر ہے۔ آج کے دور میں جہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں عدل و انصاف کی یہ تعلیم ایک حل پیش کرتی ہے۔ رواداری کی بنیاد عدل ہے جو ہر انسان کو اس کے حقوق دلاتا ہے۔ قرآن مجید عدل کو اللہ کی قربت کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ یہ اصول فرقہ واریت اور نسلی تعصب کو ختم کرتا ہے۔ عدل و انصاف رواداری کو فعال بناتا ہے اور معاشرے کو مستحکم رکھتا ہے۔ اگر یہ بنیاد مضبوط ہو تو رواداری ایک طاقتور اخلاقی قدر بن جاتی ہے۔ قرآن مجید کی یہ تعلیم آج بھی عالمی سطح پر امن کی ضمانت بن سکتی ہے۔ عدل بطور بنیاد رواداری کو ایک جامع تصور دیتا ہے جو صرف برداشت نہیں بلکہ فعال احترام ہے۔[7] عدل و انصاف کی یہ بنیاد رواداری کو قرآن مجید میں ایک مستحکم اصول بناتی ہے جو انسانی فطرت سے مطابقت رکھتا ہے۔ یہ تعلیم معاصر مسائل کے حل کے لیے رہنما ہے اور معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ رواداری کا یہ پہلو قرآن کی حکمت کو ظاہر کرتا ہے جو عدل کو مرکزی حیثیت دیتا ہے۔

انسانی احترام اور تکریمِ آدمیت قرآن مجید انسانی احترام اور تکریم آدمیت کو رواداری کا اہم پہلو قرار دیتا ہے جو تمام انسانوں کو اللہ کی خلافت کا درجہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو تکریم دی ہے جو رواداری کی بنیاد ہے۔ یہ احترام مذہب، نسل یا رنگ کی تقسیم سے بالاتر ہے اور ہر انسان کو عزت کا مستحق بناتا ہے۔ تکریم آدمیت رواداری کو ایک الٰہی حکم بناتی ہے جو نفرت اور حقارت سے پاک ہے۔ قرآن مجید ہمیں سکھاتا ہے کہ انسان اللہ کی بہترین تخلیق ہے اس لیے اس کا احترام ضروری ہے۔ یہ اصول معاشرتی ہم آہنگی قائم رکھتا ہے اور تنوع کو دولت بناتا ہے۔ آج کے دور میں جہاں انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے یہ تعلیم ایک رہنما ہے۔ انسانی احترام رواداری کو اخلاقی بلندی دیتا ہے اور معاشرے کو ایک خاندان بناتا ہے۔ تکریم آدمیت اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کو قبول کرنے کا درس دیتی ہے۔ یہ قرآن مجید کی عالمگیریت کا مظہر ہے جو تمام انسانیت کے لیے رحمت ہے۔ اگر ہم انسانی احترام کو اپنائیں تو رواداری ایک زندہ حقیقت بن جائے گی۔ یہ اصول جبر سے پاک ہے اور آزادی کا احترام کرتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ تعلیم آج بھی انسانی معاشروں کے لیے مشعل راہ ہے۔ انسانی احترام رواداری کو ایک جامع تصور بناتا ہے جو نظریاتی اور عملی دونوں سطحوں پر اہم ہے۔[8] انسانی احترام اور تکریم آدمیت قرآن مجید میں رواداری کا مرکزی تصور ہے جو ہر دور کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔ یہ اصول معاشرے کو پرامن اور خوشحال بناتا ہے اور اللہ کی نشانیوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ رواداری کا یہ پہلو قرآن کی رحمت کو تمام انسانیت تک پھیلاتا ہے۔

4۔ سنتِ نبوی ﷺ میں رواداری کے عملی نمونے

اہلِ مکہ کے ساتھ عفو و درگزر سنت نبوی ﷺ میں رواداری کا سب سے درخشاں عملی نمونہ فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ کے ساتھ عفو و درگزر کی صورت میں سامنے آیا جو انسانی تاریخ کا ایک نادر مثال ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فتح کے بعد جب مکہ میں داخل ہوئے تو ان لوگوں کو معاف کر دیا جنہوں نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر سالوں تک شدید ظلم و ستم کیا تھا۔ یہ عفو نہ صرف طاقت کے نشے میں نہ آنے کا مظہر تھا بلکہ رواداری کی ایک ایسی مثال تھی جو مخالفین کو بھی دل جیتنے کا ذریعہ بن گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم آزاد ہو۔ اس عفو نے ہزاروں لوگوں کے دل اسلام کی طرف موڑ دیے اور تشدد کی بجائے محبت اور نرمی کا راستہ اختیار کیا گیا۔ یہ طرز عمل اس بات کی دلیل ہے کہ رواداری جبر سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے اور دشمن کو دوست بنا سکتی ہے۔ آج کے دور میں جہاں انتقام کی سوچ غالب ہے یہ نمونہ ہمیں سکھاتا ہے کہ عفو و درگزر معاشرتی ہم آہنگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ نبی ﷺ کی یہ رحمت تمام انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے جو نفرت کو محبت میں بدل دیتی ہے۔ اگر معاشروں میں اس عفو کو اپنایا جائے تو فرقہ وارانہ تنازعات ختم ہو سکتے ہیں اور امن قائم ہو سکتا ہے۔ یہ نمونہ نہ صرف انفرادی اخلاقیات بلکہ قومی اور عالمی سطح پر رواداری کی بنیاد رکھتا ہے۔ عفو و درگزر کی یہ مثال اسلامی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے جو آج بھی رہنمائی کرتی ہے۔[9] اہل مکہ کے ساتھ یہ عفو رواداری کو ایک زندہ حقیقت بناتا ہے جو طاقت کے باوجود نرمی کا درس دیتا ہے۔ یہ طرز عمل ہمیں بتاتا ہے کہ حقیقی فتح دل جیتنا ہے نہ کہ صرف علاقہ فتح کرنا۔ سنت نبوی کی یہ مثال معاصر چیلنجز میں رواداری کو فروغ دینے کے لیے ایک عملی رہنما ہے اور معاشرے کو پرامن بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ عفو و درگزر کا یہ نمونہ نبی ﷺ کی رحمت العالمین ہونے کا عملی ثبوت ہے جو اختلافات کے باوجود انسانی حقوق کا احترام کرتا ہے۔

---

[7] القرطبي، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ / 1988ء، جلد 2، ص 178

[8] الرازي، فخر الدین محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربي، بیروت، 1420ھ / 1999ء، جلد 6، ص 345

[9] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ / 1990ء، جلد 4، ص 52

میثاقِ مدینہ اور بین المذاہب ہم آہنگی میثاق مدینہ سنت نبوی ﷺ کا ایک ایسا عملی نمونہ ہے جو رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کی بنیاد رکھتا ہے۔ مدینہ میں پہنچ کر نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں، یہود اور دیگر قبائل کے درمیان ایک معاہدہ طے کیا جس میں سب کو امن، آزادی اور باہمی احترام کی ضمانت دی گئی۔ یہ میثاق ایک تحریری دستاویز تھی جو مختلف مذاہب اور قبائل کو ایک امت کے طور پر متحد کرتی تھی جبکہ ہر گروہ کو اپنے عقائد پر عمل کی آزادی تھی۔ اس معاہدے نے رواداری کو ایک سیاسی اور سماجی نظام کی شکل دی اور مدینہ کو ایک پر امن شہر بنایا۔ یہ نمونہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام اختلافات کے باوجود ہم آہنگی کو ممکن بناتا ہے۔ میثاق مدینہ آج کے دور میں کثیر المذاہب معاشروں کے لیے ایک بہترین مثال ہے جہاں مختلف مذاہب کے لوگ ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔ اس نے جبر کو رد کیا اور باہمی تعاون، انصاف اور امن کو فروغ دیا۔ اگر آج کی دنیا اس میثاق کی روح کو اپنائے تو عالمی تنازعات حل ہو سکتے ہیں اور بین المذاہب رواداری ممکن ہو سکتی ہے۔ یہ معاہدہ نبی ﷺ کی حکمت کا مظہر ہے جو رواداری کو صرف اخلاقی قدر نہیں بلکہ ریاستی اصول بناتا ہے۔ میثاق مدینہ نے ثابت کیا کہ رواداری بقائے باہمی کی ضمانت ہے اور مختلف گروہوں کو ایک دوسرے کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔[10] بین المذاہب ہم آہنگی کا یہ نمونہ سنت نبوی کی روشنی میں رواداری کی ایک جامع مثال ہے جو آج بھی عالمی امن کے لیے رہنما بن سکتا ہے۔ یہ معاہدہ ہمیں سکھاتا ہے کہ رواداری صرف نظریہ نہیں بلکہ عملی نظام ہے جو معاشرے کو مستحکم رکھتا ہے۔

اہلِ کتاب کے ساتھ حسنِ معاشرت نبی کریم ﷺ نے اہل کتاب کے ساتھ حسن معاشرت کا جو عملی نمونہ پیش کیا وہ رواداری کی ایک روشن مثال ہے۔ آپ ﷺ نے عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ نرمی، احترام اور انصاف کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دی اور خود اس پر عمل کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ معاہدے کیے، ان کے حقوق محفوظ رکھے اور انہیں اپنے مذہب پر عمل کی آزادی دی۔ یہ حسن معاشرت رواداری کا فعال پہلو ہے جو اختلاف عقیدہ کے باوجود انسانی رشتوں کو مضبوط بناتا ہے۔ سنت نبوی میں اہل کتاب کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جو آج کے دور میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے لیے رہنما ہیں۔ یہ طرز عمل نفرت کی بجائے محبت اور تعاون کو فروغ دیتا ہے اور معاشرتی ہم آہنگی قائم رکھتا ہے۔ اگر ہم اس نمونے کو اپنائیں تو عالمی سطح پر مذہبی تنازعات کم ہو سکتے ہیں۔ حسن معاشرت رواداری کو ایک اخلاقی فریضہ بناتا ہے جو اللہ کی رحمت کا مظہر ہے۔ نبی ﷺ کی یہ سنت ہمیں سکھاتی ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ اچھا رویہ اسلام کی عالمگیریت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ نمونہ معاصر مسائل جیسے مذہبی انتہا پسندی کے حل کے لیے ایک عملی راستہ پیش کرتا ہے۔ اہل کتاب کے ساتھ حسن معاشرت سنت نبوی کی رواداری کو ایک جامع تصور بناتا ہے جو تمام انسانیت کے لیے رحمت ہے۔[11] یہ حسن معاشرت رواداری کی ایک زندہ مثال ہے جو اختلافات کے باوجود احترام کو ممکن بناتی ہے اور معاشرے کو پر امن رکھتی ہے۔

منافقین اور مخالفین سے حکیمانہ طرزِ عمل نبی کریم ﷺ نے منافقین اور مخالفین کے ساتھ حکیمانہ طرز عمل اختیار کر کے رواداری کی ایک اعلیٰ مثال قائم کی۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آیا، ان کی اصلاح کی کوشش کی اور جہاں ضروری ہوا حکمت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ یہ حکیمانہ رویہ رواداری کو صرف برداشت نہیں بلکہ ایک فعال حکمت عملی بناتا ہے جو معاشرے میں انتشار کو روکتا ہے۔ سنت نبوی میں منافقین کے ساتھ صبر، نصیحت اور انصاف کا رویہ ملتا ہے جو آج کے دور میں اندرونی اختلافات کے حل کے لیے رہنما ہے۔ یہ طرز عمل ہمیں سکھاتا ہے کہ مخالفین کے ساتھ حکمت سے پیش آنا رواداری کی روح ہے۔ اگر ہم اس نمونے کو اپنائیں تو معاشرتی تناؤ کم ہو گا اور امن قائم رہے گا۔ حکیمانہ طرز عمل رواداری کو ایک سیاسی اور اخلاقی اصول بناتا ہے جو جبر سے پاک ہے۔ نبی ﷺ کی یہ سنت مخالفین کو بھی دل جیتنے کا ذریعہ بنتی ہے اور معاشرے کو مستحکم رکھتی ہے۔ یہ نمونہ آج کے سیاسی اور سماجی چیلنجز میں رواداری کو عملی شکل دیتا ہے۔ منافقین اور مخالفین سے حکیمانہ رویہ سنت نبوی کی رواداری کو ایک مکمل نظام بناتا ہے جو ہر دور کے لیے قابل عمل ہے۔[12] یہ حکیمانہ طرز عمل رواداری کی ایک اعلیٰ مثال ہے جو صبر اور حکمت کو جوڑ کر معاشرتی ہم آہنگی قائم رکھتا ہے اور نبی ﷺ کی رحمت کو ظاہر کرتا ہے۔

5۔ اسلامی تاریخ میں رواداری کی روشن مثالیں

خلافتِ راشدہ کا عادلانہ نظام اسلامی تاریخ میں رواداری کی روشن مثالیں خلافت راشدہ کے عادلانہ نظام میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں جو عدل، انصاف اور باہمی احترام پر قائم تھیں۔ خلفائے راشدین نے مختلف مذاہب، قبائل اور نسلوں کے لوگوں کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا کہ معاشرہ ایک خاندان کی مانند متحد رہا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کا اعلان کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال کو عام مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لیے یکساں طور پر استعمال کیا۔ یہ نظام جبر سے پاک تھا اور ہر فرد کو اپنے عقائد پر عمل کی آزادی تھی۔ خلافت راشدہ نے رواداری کو ایک ریاستی اصول بنایا جس میں عدل کی بنیاد پر حکومت

---

[10] ابن اسحاق، محمد بن اسحاق، السیرۃ النبویۃ، تحقیق احمد فرید المزیدی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1424ھ / 2003ء، جلد 2، ص 78

[11] ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، 1405ھ / 1985ء، جلد 1، ص 289

[12] الواقدی، محمد بن عمر، المغازی، تحقیق Marsden Jones، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1409ھ / 1989ء، جلد 2، ص 412

کی جاتی تھی۔ مختلف علاقوں میں فتوحات کے بعد مقامی آبادی کے ساتھ معاہدے کیے گئے جو ان کے مذہبی اور معاشی حقوق کی ضمانت دیتے تھے۔ یہ عادلانہ نظام آج کے دور میں بھی کثیر المذاہب معاشروں کے لیے ایک مثال ہے جہاں اقلیتوں کو مکمل تحفظ ملتا تھا۔ اگر خلفائے راشدین کا یہ طرز عمل اپنایا جائے تو فرقہ واریت اور عدم مساوات جیسے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ رواداری کا یہ نمونہ نہ صرف نظریاتی تھا بلکہ عملی طور پر پورے علاقوں میں نافذ کیا گیا۔ خلافت راشدہ نے ثابت کیا کہ اسلام میں حکومت کا مقصد صرف طاقت نہیں بلکہ انسانی فلاح اور ہم آہنگی ہے۔ یہ نظام اندرونی اور بیرونی چیلنجز کے باوجود مستحکم رہا اور رواداری کو ایک طاقتور اخلاقی اور سیاسی قدر بنایا۔[13] خلافت راشدہ کا عادلانہ نظام رواداری کی ایک زندہ مثال ہے جو اختلافات کے باوجود معاشرتی استحکام قائم رکھتا تھا۔ یہ طرز حکومت آج بھی عالمی سطح پر امن کی ضمانت بن سکتا ہے اور نوجوان نسل کو درست سمت دیتا ہے۔ رواداری کا یہ پہلو اسلامی تاریخ کو ایک روشن باب بناتا ہے جو معاصر مسائل کے حل کے لیے رہنما ہے۔ اگر ہم اس نظام کو سمجھیں تو معاشرے میں حقیقی ہم آہنگی پیدا کر سکتے ہیں اور اللہ کے حکم کے مطابق عدل قائم کر سکتے ہیں۔ یہ عادلانہ نظام رواداری کو ایک جامع تصور دیتا ہے جو صرف برداشت نہیں بلکہ فعال انصاف پر مبنی ہے۔

غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اسلامی تاریخ میں رواداری کی ایک اہم مثال ہیں جو خلفائے راشدہ اور بعد کے ادوار میں مکمل تحفظ کے ساتھ نافذ کیے گئے۔ ذمیوں کو جان، مال، مذہب اور عبادت کی آزادی دی گئی اور ان پر کوئی جبر نہیں کیا گیا۔ ان کے ساتھ معاہدے کیے گئے جن میں ان کے حقوق کی ضمانت دی جاتی تھی اور وہ جزیہ کی ادائیگی کے بدلے مکمل تحفظ حاصل کرتے تھے۔ یہ حقوق رواداری کا عملی مظہر تھے جو معاشرے میں اعتماد اور ہم آہنگی پیدا کرتے تھے۔ غیر مسلموں کو اپنے مذہبی مراکز قائم کرنے، عدالتوں میں اپنے قوانین کے مطابق فیصلے کرانے اور معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی آزادی تھی۔ اسلامی ریاست نے ان کے ساتھ انصاف کا رویہ اختیار کیا جو آج کے انسانی حقوق کے معیار سے بھی بالاتر تھا۔ اگر یہ حقوق نہ ملتے تو معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا مگر رواداری کی وجہ سے مختلف مذاہب کے لوگ پر امن طور پر رہتے تھے۔ یہ مثال آج کے دور میں مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے ایک رہنما ہے جہاں تشدد اور انتہا پسندی بڑھ رہی ہے۔ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق رواداری کو ایک قانونی اور اخلاقی فریم ورک دیتے ہیں جو جبر سے پاک ہے۔ اسلامی تاریخ کے یہ نمونے ثابت کرتے ہیں کہ اسلام تمام انسانوں کے لیے رحمت ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔[14] غیر مسلم اقلیتوں کے یہ حقوق رواداری کی ایک روشن مثال ہیں جو معاشرتی ہم آہنگی کی ضمانت دیتے ہیں۔ یہ تحفظ نہ صرف نظریاتی تھا بلکہ عملی طور پر پورے اسلامی سلطنت میں نافذ رہا۔ آج اگر ہم ان حقوق کو اپنائیں تو عالمی سطح پر مذہبی تنازعات کم ہو سکتے ہیں اور ایک پر امن دنیا بن سکتی ہے۔ رواداری کا یہ پہلو اسلامی تاریخ کو ایک مثال بناتا ہے جو ہر دور کے لیے قابل تقلید ہے۔

علمی و تہذیبی مکالمہ کا فروغ اسلامی تاریخ میں علمی و تہذیبی مکالمہ کا فروغ رواداری کی ایک شاندار مثال ہے جس نے مختلف تہذیبوں کے علماء اور دانشوروں کو ایک دوسرے کے قریب لایا۔ عباسی دور میں بیت الحکمہ جیسے مراکز قائم کیے گئے جہاں مسلمان، عیسائی، یہودی اور دیگر مذاہب کے علماء ایک ساتھ کام کرتے تھے اور یونانی، فارسی اور ہندوستانی علوم کا ترجمہ کیا جاتا تھا۔ یہ مکالمہ رواداری کا نتیجہ تھا جو اختلافات کے باوجود علمی ترقی کا ذریعہ بنا۔ مختلف مذاہب کے لوگوں نے ایک دوسرے کے خیالات کا احترام کیا اور مشترکہ طور پر علم کو آگے بڑھایا۔ یہ فروغ معاشرتی ہم آہنگی کو مضبوط کرتا تھا اور تنوع کو دولت بناتا تھا۔ آج کے گلوبلائزڈ دور میں یہ مثال انٹرفیتھ ڈائیلاگ کے لیے ایک رہنما ہے جہاں سائنس، فلسفہ اور مذہب کے درمیان مکالمہ ضروری ہے۔ علمی مکالمہ رواداری کو ایک فعال عمل بناتا ہے جو معاشرے کو ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر یہ روایت جاری رہے تو نفرت کی بجائے علم اور تفہیم پھیل سکتی ہے۔ تہذیبی مکالمہ نے اسلامی تاریخ کو ایک سنہری دور دیا جو آج بھی متاثر کن ہے۔ یہ فروغ رواداری کی روح ہے جو جبر سے پاک ہے اور انسانی عقل کا احترام کرتا ہے۔[15] علمی و تہذیبی مکالمہ کا یہ فروغ رواداری کی ایک جامع مثال ہے جو آج کے دور میں بھی قابل عمل ہے۔ یہ مکالمہ معاشرے کو ایک بہتر سمت دیتا ہے اور انسانی ترقی کو ممکن بناتا ہے۔

مسلم ادوار میں مذہبی ہم آہنگی کے مظاہر مسلم ادوار میں مذہبی ہم آہنگی کے مظاہر رواداری کی ایک تابناک مثال ہیں جو اندلس، عثمانی سلطنت اور دیگر علاقوں میں نظر آتے ہیں۔ مختلف مذاہب کے لوگ ایک ساتھ رہتے، تجارت کرتے اور ثقافتی تبادلہ کرتے تھے بغیر کسی تشدد کے۔ اندلس میں مسلمان، عیسائی اور یہودی ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے اور مشترکہ تہذیب تخلیق کرتے تھے۔ عثمانی دور میں ملت سسٹم نے اقلیتوں کو خود مختاری دی جو رواداری کا بہترین نمونہ تھا۔ یہ ہم آہنگی معاشرتی استحکام کی ضمانت تھی اور تنازعات کو کم کرتی تھی۔ آج کے دور میں جہاں مذہبی انتشار بڑھ رہا ہے یہ مظاہر ایک حل پیش کرتے ہیں۔ مذہبی ہم آہنگی رواداری کو ایک عملی حقیقت بناتی ہے

---

[13] الطبري، محمد بن جرير، تاريخ الرسل والملوك، دار التراث، بيروت، 1387ھ / 1967ء، جلد 3، ص 456

[14] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دار المعرفة، بيروت، 1399ھ / 1979ء، ص 138

[15] ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، مقدمة ابن خلدون، دار القلم، بيروت، 1408ھ / 1988ء، ص 289

جو تمام انسانوں کے حقوق کا احترام کرتی ہے۔ اگر یہ مظاہر اپنائے جائیں تو عالمی امن ممکن ہو سکتا ہے۔ مسلم ادوار نے ثابت کیا کہ رواداری کے ساتھ معاشرہ خوشحال اور پر امن رہتا ہے۔ یہ ہم آہنگی اللہ کی نشانیوں کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے اور انسانی فطرت سے مطابقت رکھتی ہے۔[16] مسلم ادوار میں مذہبی ہم آہنگی کے یہ مظاہر رواداری کی ایک زندہ مثال ہیں جو آج بھی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ مظاہر معاشرے کو ایک خاندان بناتے ہیں اور اختلافات کو اللہ کی رحمت سمجھتے ہیں۔ رواداری کا یہ تصور اسلامی تاریخ کو ایک عالمی میراث بناتا ہے جو معاصر چیلنجز کے حل کے لیے ناگزیر ہے۔

6۔ عصر حاضر میں عدم رواداری کے اسباب

مذہبی انتہاپسندی عصر حاضر میں عدم رواداری کے اسباب میں مذہبی انتہاپسندی سب سے خطرناک اور غالب عامل ہے جو اسلامی تعلیمات کی غلط تفہیم سے جنم لیتا ہے۔ یہ انتہاپسندی جبر، تکفیر اور دوسروں کے عقائد کو رد کرنے کی شکل اختیار کرتی ہے جس سے معاشرتی ہم آہنگی تباہ ہو جاتی ہے۔ انتہاپسند گروہ قرآن و سنت کی منتخب آیات و احادیث کو سیاق و سباق سے الگ کر کے اپنے سیاسی اور ذاتی مفادات کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کا نتیجہ دہشت گردی اور فرقہ وارانہ تشدد کی صورت میں نکلتا ہے۔ آج کی دنیا میں یہ سوچ نوجوان نسل کو متاثر کر رہی ہے کیونکہ وہ سادہ الفاظ میں پیش کی جانے والی سخت گیر تعبیرات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ مذہبی انتہاپسندی رواداری کی بنیادی تعلیمات سے انحراف ہے جو اسلام میں نرمی اور رحمت پر زور دیتی ہے۔ یہ نہ صرف غیر مسلموں بلکہ مسلمانوں کے مختلف مسالک کے خلاف بھی نفرت پھیلاتی ہے اور عالمی امن کو خطرے میں ڈالتی ہے۔ اگر اس سوچ کو نہ روکا گیا تو معاشرے میں بقائے باہمی ناممکن ہو جائے گی۔ انتہاپسندی کی جڑیں جہالت اور سطحی علم میں ہیں جو لوگوں کو ایک دوسرے کا احترام کرنے سے روکتی ہیں۔ عصر حاضر کے چیلنجز جیسے گلوبلائزیشن اور ثقافتی تنوع کے باوجود یہ سوچ رواداری کو کمزور کر رہی ہے۔ یہ ایک ایسا زہر ہے جو معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے اور امن کی بجائے انتشار پھیلاتا ہے۔ حقیقی اسلام رواداری اور عفو پر مبنی ہے مگر انتہاپسندی اسے مسخ کر دیتی ہے۔ آج کے دور میں اس کا مقابلہ درست تعلیمات اور حکیمانہ رویے سے ہی ممکن ہے۔[17] مذہبی انتہاپسندی عدم رواداری کا مرکزی سبب ہے جو اسلامی تاریخ کے روشن نمونوں سے ہٹ کر ایک تاریخ صورت پیدا کر رہی ہے۔ یہ سوچ نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی نقصان پہنچاتی ہے اور نوجوانوں کو غلط راستے پر ڈالتی ہے۔ اگر ہم اسے روک نہ سکے تو معاشرتی ہم آہنگی کا خواب ادھورا رہے گا۔

مسلکی تعصب اور فرقہ واریت مسلکی تعصب اور فرقہ واریت عصر حاضر میں عدم رواداری کو ہوا دینے والے اہم اسباب ہیں جو مسلمانوں کے درمیان تقسیم پیدا کرتے ہیں۔ مختلف مسالک کے پیروکار ایک دوسرے کو گمراہ قرار دے کر نفرت کا بیانیہ پھیلاتے ہیں جو رواداری کی تعلیمات سے براہ راست متصادم ہے۔ یہ تعصب تاریخی اختلافات کو آج کے سیاسی اور سماجی تناظر میں استعمال کرتا ہے اور معاشرے کو کمزور کرتا ہے۔ فرقہ واریت کی وجہ سے مساجد، تعلیمی ادارے اور معاشرتی روابط متاثر ہوتے ہیں جس کا نتیجہ تشدد اور انتشار کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ آج کے دور میں یہ تعصب سوشل میڈیا اور خطابات کے ذریعے تیزی سے پھیل رہا ہے جو نوجوان نسل کو متاثر کر رہا ہے۔ مسلکی تعصب رواداری کی روح کو چھلنی کر دیتا ہے اور اسلامی امت کی وحدت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر یہ سوچ جاری رہی تو مسلمانوں کے درمیان باہمی اعتماد ختم ہو جائے گا۔ فرقہ واریت جہالت کی پیداوار ہے جو حقیقی دینی علم سے دوری کا نتیجہ ہے۔ یہ نہ صرف اندرونی طور پر مسلمانوں کو تقسیم کرتی ہے بلکہ بیرونی قوتوں کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے جو اسے اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ رواداری کا تقاضا ہے کہ مسلکی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کا احترام کیا جائے مگر تعصب اس اصول کو نظر انداز کرتا ہے۔ عصر حاضر میں اس کا حل درست دینی تعلیم اور بین المسالک مکالمہ ہے جو ہم آہنگی پیدا کر سکتا ہے۔ فرقہ واریت معاشرتی زخم ہے جو وقت کے ساتھ گہرا ہوتا جا رہا ہے۔[18] مسلکی تعصب اور فرقہ واریت عدم رواداری کے خطرناک اسباب ہیں جو امت کی طاقت کو کمزور کر رہے ہیں۔ یہ تعصب رواداری کی اسلامی تعلیمات سے انحراف کا واضح مظہر ہے اور معاصر معاشروں میں امن کی راہ میں رکاوٹ بن رہا ہے۔

سیاسی مفادات اور نفرت انگیز بیانیہ سیاسی مفادات اور نفرت انگیز بیانیہ عصر حاضر میں عدم رواداری کو ہوا دیتے ہیں جبکہ سوشل میڈیا کا منفی استعمال انہیں تیزی سے پھیلاتا ہے۔ سیاستدان اور گروہ اپنے مفادات کے لیے مذہبی اور نسلی خطوط پر نفرت کا بیانیہ تشکیل دیتے ہیں جو عوام کو تقسیم کرتا ہے۔ سوشل میڈیا الگورتھم نفرت انگیز مواد کو پروموٹ کرتے ہیں جس سے غلط فہمیاں پھیلتی ہیں اور رواداری کی جگہ تعصب لے لیتا ہے۔ یہ بیانیہ جھوٹی خبروں اور پروپیگنڈے پر مبنی ہوتا ہے جو لوگوں کے ذہنوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض پیدا کرتا ہے۔ سیاسی مفادات رواداری کو قربان کر دیتے ہیں اور معاشرے کو انتشار کی طرف دھکیلتے ہیں۔ آج کے گلوبلائزڈ دور میں سوشل میڈیا نے یہ عمل مزید آسان بنا دیا ہے جہاں ایک جھوٹی پوسٹ ہزاروں لوگوں تک پہنچ جاتی ہے۔ نفرت انگیز بیانیہ نوجوان نسل کو متاثر کر رہا ہے جو اسے حقیقت سمجھ کر اپناتے ہیں۔ اگر

---

[16] المقريزي، تقي الدين احمد بن علي، الخطط المقريزية، دار الكتب العلمية، بيروت، 1418ھ / 1997ء، جلد 2، ص 178

[17] ابن تيميه، احمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوىٰ، دار الوفاء للطباعة والنشر، القاهرة، 1426ھ / 2005ء، جلد 28، ص 412

[18] ابن قيم الجوزيه، محمد بن ابي بكر، زاد المعاد في هدى خير العباد، مؤسسة الرسالة، بيروت، 1415ھ / 1994ء، جلد 3، ص 178

یہ رجحان نہ رکا تو معاشرتی ہم آہنگی ناممکن ہو جائے گی۔ سیاسی مفادات اور سوشل میڈیا کا منفی استعمال رواداری کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں جو اسلامی اصولوں سے ہٹ کر کام کر رہے ہیں۔ یہ اسباب معاصر چیلنجز کو مزید پیچیدہ بنا رہے ہیں اور امن کی تلاش کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ رواداری کا تقاضا ہے کہ سیاسی اور میڈیا سطح پر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے مگر موجودہ صورتحال اس کے برعکس ہے۔[19] سیاسی مفادات، نفرت انگیز بیانیہ اور سوشل میڈیا کا منفی استعمال عدم رواداری کے جدید اسباب ہیں جو معاشرے کو تیزی سے تقسیم کر رہے ہیں۔ یہ عوامل رواداری کو کمزور کر کے انتشار پھیلا رہے ہیں اور حقیقی اسلامی تعلیمات سے دوری پیدا کر رہے ہیں۔

جہالت اور دینی تعلیمات سے دوری جہالت اور دینی تعلیمات سے دوری عصر حاضر میں عدم رواداری کے بنیادی اسباب ہیں جو لوگوں کو غلط فہمیوں کا شکار بناتے ہیں۔ جب لوگ قرآن و سنت کے حقیقی مفہوم سے دور رہتے ہیں تو وہ سطحی اور سخت گیر تفہیم اپنا لیتے ہیں جو رواداری کی بجائے تعصب کو فروغ دیتی ہے۔ دینی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے معاشرے میں علم کی کمی ہے جو انتہاپسندی اور فرقہ واریت کو جنم دیتی ہے۔ جہالت نفرت کا باعث بنتی ہے کیونکہ لوگ دوسروں کے عقائد کو سمجھنے کی بجائے انہیں رد کر دیتے ہیں۔ آج کے دور میں مصروف زندگی اور مادیت پرستی نے دینی علم سے لوگوں کو دور کر دیا ہے جس کا نتیجہ عدم رواداری کی صورت میں نکل رہا ہے۔ اگر دینی تعلیمات کو عام کیا جائے تو جہالت ختم ہو گی اور رواداری فروغ پائے گی۔ جہالت معاشرتی زخم ہے جو وقت کے ساتھ گہرا ہوتا جا رہا ہے اور امت کی وحدت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ دینی تعلیمات سے دوری رواداری کی اسلامی بنیادوں کو کمزور کر رہی ہے۔ یہ اسباب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں جو مجموعی طور پر معاشرے کو پرامن بننے سے روکتے ہیں۔ جہالت کا علاج درست تعلیم اور علم کی روشنی ہے جو رواداری کو زندہ کر سکتی ہے۔ عصر حاضر میں یہ دوری نوجوان نسل کو سب سے زیادہ متاثر کر رہی ہے۔ اگر ہم اسے نظر انداز کریں تو عدم رواداری مزید بڑھے گی اور امن کا خواب ادھورا رہے گا۔ رواداری کی بحالی کے لیے دینی تعلیمات کی طرف لوٹنا ناگزیر ہے۔[20] جہالت اور دینی تعلیمات سے دوری عدم رواداری کے گہرے اسباب ہیں جو معاصر معاشروں میں ہم آہنگی کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ یہ عوامل رواداری کی اسلامی تعلیمات سے انحراف کو ممکن بنا رہے ہیں اور ایک پرامن معاشرے کی تشکیل میں رکاوٹ ہیں۔

7۔ رواداری کی عصری تطبیقات

بین المذاہب مکالمہ اور تعاون عصر حاضر میں رواداری کی عصری تطبیقات بین المذاہب مکالمہ اور تعاون کی شکل میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں جو مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان تفہیم اور مشترکہ کاموں کو فروغ دیتی ہیں۔ یہ مکالمہ نہ صرف عقائد کی وضاحت کرتا ہے بلکہ مشترکہ انسانی مسائل جیسے امن، ماحولیات اور انسانی حقوق پر تعاون کو ممکن بناتا ہے۔ آج کی گلوبلائزڈ دنیا میں جہاں مذہبی تنوع بڑھ رہا ہے یہ مکالمہ غلط فہمیوں کو دور کر کے رواداری کی بنیاد مضبوط کرتا ہے۔ مختلف مذاہب کے علماء اور رہنماؤں کے درمیان باقاعدہ کانفرنسز اور مشترکہ پروگرامز اس تعاون کی عملی شکل ہیں جو نفرت کی بجائے احترام پیدا کرتے ہیں۔ بین المذاہب مکالمہ رواداری کو ایک فعال عمل بناتا ہے جو عالمی سطح پر امن کی ضمانت بن سکتا ہے۔ یہ تعاون تعلیمی، سماجی اور فلاحی شعبوں میں پھیل سکتا ہے جس سے معاشرتی ہم آہنگی بڑھتی ہے۔ اگر یہ مکالمہ جاری رہے تو مذہبی انتہاپسندی کم ہو گی اور بقائے باہمی ممکن ہو گی۔ عصر حاضر کے چیلنجز جیسے دہشت گردی اور ثقافتی تصادم کے حل کے لیے یہ تطبیق ناگزیر ہے۔ بین المذاہب تعاون رواداری کو صرف نظریاتی نہیں بلکہ عملی سطح پر زندہ رکھتا ہے اور نوجوان نسل کو درست سمت دیتا ہے۔ یہ مکالمہ اسلامی تعلیمات کی عالمگیریت کو ظاہر کرتا ہے جو تمام انسانیت کے لیے رحمت ہے۔ آج کے دور میں انٹرفیتھ ڈائیلاگ کے ذریعے مختلف مذاہب ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں جو رواداری کی ایک روشن مثال ہے۔[21] بین المذاہب مکالمہ اور تعاون رواداری کی عصری تطبیق ہے جو معاصر مسائل حل کرنے میں مددگار ثابت ہو رہا ہے اور عالمی سطح پر ہم آہنگی پیدا کر رہا ہے۔

بین المسالک اتحاد و احترام بین المسالک اتحاد و احترام رواداری کی ایک اہم عصری تطبیق ہے جو مسلمانوں کے مختلف مسالک کے درمیان باہمی احترام اور وحدت کو فروغ دیتا ہے۔ عصر حاضر میں مسلکی تعصب کو کم کرنے کے لیے بین المسالک مکالمہ اور مشترکہ پروگرامز ضروری ہیں جو اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے حقوق کا احترام سکھاتے ہیں۔ یہ اتحاد امت کی طاقت بڑھاتا ہے اور فرقہ واریت کو روکتا ہے۔ مختلف مسالک کے علماء کے درمیان باقاعدہ نشستوں سے غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں اور مشترکہ مسائل پر تعاون ممکن ہوتا ہے۔ بین المسالک احترام رواداری کو اندرونی سطح پر مضبوط بناتا ہے جو قومی اور عالمی امن کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ آج کے دور میں جہاں سوشل میڈیا تعصب پھیلا رہا ہے یہ تطبیق نوجوان نسل کو متحد رکھنے میں مددگار ہے۔ اگر یہ اتحاد قائم ہو جائے تو مسلمان ایک مضبوط امت بن سکتے ہیں جو رواداری کا نمونہ پیش کرے۔ یہ احترام اسلامی تاریخ کے روشن نمونوں سے مطابقت رکھتا ہے اور معاصر چیلنجز کا حل پیش کرتا ہے۔ بین المسالک تعاون معاشرتی ہم آہنگی کو بڑھاتا ہے اور جہالت کی بنیاد پر پیدا

---

[19] الغزالی، ابو حامد محمد، احیاء علوم الدین، دار المعرفۃ، بیروت، بے تاریخ، جلد 2، ص 145

[20] ابن الجوزی، ابو الفرج عبد الرحمن بن علی، تلبیس ابلیس، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1424ھ / 2003ء، ص 289

[21] ابن حجر العسقلاني، احمد بن علي، فتح الباري شرح صحيح البخاري، دار المعرفة، بيروت، 1379ھ / 1960ء، جلد 1، ص 98

ہونے والے تنازعات کو ختم کرتا ہے۔ رواداری کی یہ تطبیق امت کی وحدت کو ایک عملی حقیقت بناتی ہے جو اللہ کی نشانیوں سے مطابقت رکھتی ہے۔[22] بین المسالک اتحاد و احترام رواداری کی ایک زندہ تطبیق ہے جو عصر حاضر میں مسلمانوں کو متحد رکھنے اور معاشرتی استحکام پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

تعلیمی اداروں میں تربیتِ رواداری تعلیمی اداروں میں رواداری کی تربیت عصر حاضر کی ایک اہم تطبیق ہے جو نئی نسل کو اختلافات کا احترام سکھاتی ہے۔ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رواداری کے مضامین، ورکشاپس اور انٹر ایکٹو سیشنز شامل کیے جائیں تو نوجوان ایک دوسرے کے عقائد اور ثقافتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہ تربیت نہ صرف نظریاتی بلکہ عملی سرگرمیوں جیسے مشترکہ پروجیکٹس اور مباحثوں کے ذریعے دی جائے تو رواداری ایک عادت بن جاتی ہے۔ تعلیمی ادارے رواداری کی فرہنگ کو فروغ دے کر معاشرے کو پرامن بنا سکتے ہیں۔ آج کے دور میں جہاں انتہا پسندی تعلیم کے ذریعے پھیل رہی ہے یہ تربیت ایک موثر حل ہے۔ رواداری کی تعلیم طلبہ کو حکمت، نرمی اور انصاف کا درس دیتی ہے جو ان کی شخصیت کو متوازن بناتی ہے۔ اگر تعلیمی نصاب میں رواداری کو شامل کیا جائے تو معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد مضبوط ہو گی۔ یہ تربیت خاندانی اور سماجی سطح پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور قومی وحدت کو تقویت دیتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں رواداری کی تربیت ایک طویل مدتی عمل ہے جو معاصر چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے نوجوانوں کو تیار کرتا ہے۔ یہ تطبیق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک جامع نظام ہے جو جہالت اور تعصب کو ختم کرتا ہے۔[23] تعلیمی اداروں میں رواداری کی تربیت عصر حاضر کی ایک بنیادی تطبیق ہے جو نئی نسل کو پرامن اور روادار شہری بنانے میں کلیدی کردار ادا کر رہی ہے۔

خاندانی اور سماجی سطح پر برداشت کا فروغ اور قومی وحدت خاندانی اور سماجی سطح پر برداشت کا فروغ رواداری کی عصری تطبیق ہے جو قومی وحدت اور پرامن بقائے باہمی کی بنیاد رکھتا ہے۔ گھروں میں بچوں کو رواداری کی تعلیم دی جائے تو معاشرتی سطح پر احترام کا رویہ خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ سماجی تقریبات، محلہ کمیٹیوں اور سوشل گروپس میں مختلف مذاہب اور مسالک کے لوگوں کو شامل کر کے برداشت کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ یہ فروغ قومی وحدت کو مضبوط کرتا ہے اور سیاسی و سماجی تنازعات کو کم کرتا ہے۔ آج کے دور میں خاندانی سطح پر رواداری کی تربیت نوجوانوں کو درست سمت دیتی ہے جو معاشرے کو پرامن بناتی ہے۔ قومی سطح پر پرامن بقائے باہمی کے لیے قوانین اور پروگرامز بنائے جائیں جو رواداری کو ریاستی پالیسی بنائیں۔ خاندانی اور سماجی برداشت قومی وحدت کی ضمانت ہے جو معاشرے کو ایک خاندان بناتا ہے۔ اگر یہ تطبیقات نافذ ہوں تو عدم رواداری کے اسباب کم ہو جائیں گے اور امن قائم رہے گا۔ رواداری کا یہ فروغ اسلامی اصولوں سے مطابقت رکھتا ہے اور معاصر معاشروں کے لیے ایک عملی حل پیش کرتا ہے۔ قومی وحدت رواداری کے بغیر ممکن نہیں جو خاندانی اور سماجی سطح سے شروع ہوتی ہے۔ یہ تطبیقات معاشرے کو مستحکم اور خوشحال بناتی ہیں۔[24] خاندانی اور سماجی سطح پر برداشت کا فروغ اور قومی وحدت رواداری کی جامع عصری تطبیقات ہیں جو معاشرے کو پرامن اور متحد رکھنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

8۔ پاکستان کے تناظر میں رواداری کی ضرورت

سماجی تنوع اور قومی یکجہتی پاکستان کے تناظر میں رواداری کی ضرورت سماجی تنوع اور قومی یکجہتی کو برقرار رکھنے کے لیے انتہائی اہم ہے کیونکہ یہ ملک مختلف نسلوں، مذاہب، زبانوں اور ثقافتوں کا گھر ہے۔ پنجابی، سندھی، بلوچ، پٹھان اور دیگر اقوام کے لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں جن کے درمیان رواداری کے بغیر تقسیم پیدا ہو سکتی ہے۔ قومی یکجہتی کی بنیاد رواداری پر ہے جو اختلافات کو اللہ کی نشانی سمجھ کر احترام کا رویہ اپناتی ہے۔ پاکستان میں مذہبی، لسانی اور علاقائی تنوع کو رواداری سے ہم آہنگ کر کے ہی قومی اتحاد ممکن ہے۔ اگر رواداری نہ ہو تو فرقہ وارانہ تنازعات بڑھ سکتے ہیں جو معاشرتی استحکام کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ سماجی تنوع پاکستان کی طاقت ہے مگر اسے رواداری کے بغیر کنٹرول نہیں کیا جا سکتا۔ قومی یکجہتی کے لیے تمام شہریوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا احترام سکھانا ضروری ہے تاکہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن رہے۔ رواداری نوجوان نسل کو متحد رکھتی ہے اور علاقائی تعصب کو کم کرتی ہے۔ پاکستان جیسے کثیر الثقافتی ملک میں رواداری قومی شناخت کو مضبوط بناتی ہے اور بیرونی خطرات کا مقابلہ ممکن بناتی ہے۔ یہ تنوع اللہ کی حکمت ہے جو رواداری کے ذریعے ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ اگر ہم رواداری کو قومی پالیسی بنائیں تو سماجی تناؤ کم ہو گا اور یکجہتی بڑھے گی۔ رواداری پاکستان کی بنیادوں سے جڑی ہے جو تمام شہریوں کو برابر حقوق دیتی ہے۔ سماجی تنوع کو رواداری سے جوڑ کر ہی قومی ترقی ممکن ہے۔ آج کے دور میں جہاں گلوبل چیلنجز ہیں رواداری قومی یکجہتی کی ضمانت ہے۔ یہ اصول معاشرے کو ایک خاندان بناتا ہے اور پاکستان کو ایک مضبوط ریاست بناتا ہے۔[25] پاکستان کے سماجی تنوع اور قومی یکجہتی میں رواداری ایک کلیدی عنصر ہے جو معاشرے کو پرامن اور متحد رکھنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ ضرورت آج کے سیاسی اور سماجی حالات میں مزید اجاگر ہو رہی ہے۔

---

[22] النووي، يحيى بن شرف، شرح صحيح مسلم، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1392ھ / 1972ء، جلد 2، ص 234

[23] الآلوسي، شهاب الدين محمود، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1400ھ / 1980ء، جلد 3، ص 156

[24] السرخسي، محمد بن احمد، المبسوط، دار المعرفة، بيروت، 1414ھ / 1993ء، جلد 10، ص 78

[25] الطبري، محمد بن جرير، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، دار هجر للطباعة والنشر، القاهرة، 1422ھ / 2001ء، جلد 5، ص 278

مذہبی ہم آہنگی کے تقاضے پاکستان میں مذہبی ہم آہنگی کے تقاضے رواداری کی روشنی میں پورے کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہاں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں جن کے درمیان احترام اور باہمی تعاون ضروری ہے۔ مسلمان اکثریت کے ساتھ عیسائی، ہندو، سکھ اور دیگر اقلیتوں کو رواداری سے حقوق دینے سے ہم آہنگی قائم رہتی ہے۔ مذہبی ہم آہنگی کا تقاضا ہے کہ کوئی گروہ دوسرے کے عقائد پر حملہ نہ کرے بلکہ نرمی سے پیش آئے۔ پاکستان کے آئین میں اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت رواداری کی بنیاد پر ہے جو معاشرتی امن کی ضمانت ہے۔ اگر مذہبی ہم آہنگی نہ ہو تو فرقہ وارانہ تشدد بڑھ سکتا ہے جو قومی ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے۔ رواداری مذہبی تقاضوں کو پورا کر کے ملک کو ایک مثال بناتی ہے۔ آج کے دور میں دہشت گردی اور انتہاپسندی کے خلاف مذہبی ہم آہنگی رواداری سے ہی ممکن ہے۔ یہ تقاضے نوجوان نسل کو درست سمت دیتے ہیں اور سوشل میڈیا پر پھیلنے والی نفرت کو روکتے ہیں۔ پاکستان میں مذہبی ہم آہنگی قومی وحدت کی بنیاد ہے جو رواداری کے بغیر ناممکن ہے۔ مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے جو پاکستان کے تناظر میں عملی شکل اختیار کرتا ہے۔ ہم آہنگی کے تقاضے پورے کرنے سے معاشی اور سماجی ترقی ممکن ہو گی۔ رواداری مذہبی تنوع کو دولت بناتی ہے اور پاکستان کو ایک پر امن ملک بناتی ہے۔ یہ اصول اللہ کی نشانیوں سے مطابقت رکھتا ہے جو تمام انسانوں کا احترام سکھاتا ہے۔ اگر ہم ان تقاضوں پر عمل کریں تو پاکستان ایک مثالی ریاست بن سکتا ہے۔[26] پاکستان میں مذہبی ہم آہنگی کے تقاضے رواداری سے پورے ہونے چاہییں تاکہ ملک میں امن اور استحکام قائم رہے۔ یہ روایت قومی شناخت کو مضبوط کرتی ہے۔

قانون و آئین میں رواداری کے اصول پاکستان کے قانون اور آئین میں رواداری کے اصول بنیادی حقوق کی شکل میں موجود ہیں جو تمام شہریوں کو مذہبی آزادی اور برابری دیتے ہیں۔ آئین پاکستان اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور رواداری کو ریاستی پالیسی بناتا ہے۔ قانون میں رواداری کے اصول جبر سے پاک ہیں جو مختلف مذاہب کے لوگوں کو اپنے عقائد پر عمل کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ اصول قومی یکجہتی کو تقویت دیتے ہیں اور فرقہ واریت کو روکتے ہیں۔ پاکستان کے تناظر میں آئینی رواداری معاشرتی استحکام کی ضمانت ہے۔ اگر قانون میں ان اصولوں پر عمل ہو تو عدم رواداری کے اسباب کم ہو جائیں گے۔ رواداری کے آئینی اصول نوجوانوں کو درست سمت دیتے ہیں اور معاشرتی ہم آہنگی بڑھاتے ہیں۔ یہ اصول اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھتے ہیں جو عدل اور انصاف پر زور دیتے ہیں۔ قانون کی روشنی میں رواداری پاکستان کو ایک مثالی ریاست بناتی ہے۔ آئین میں موجود یہ اصول قومی ترقی کے لیے ناگزیر ہیں۔ رواداری کے قانونی اصول تنوع کو قبول کرتے ہیں اور پاکستان کی بنیادوں کو مضبوط بناتے ہیں۔ اگر ان پر عملدرآمد ہو تو ملک میں امن قائم رہے گا۔ یہ اصول جہالت اور تعصب کو ختم کرتے ہیں اور ایک پر امن معاشرہ تخلیق کرتے ہیں۔ پاکستان کے آئین میں رواداری قومی وحدت کی بنیاد ہے۔[27] قانون و آئین میں رواداری کے اصول پاکستان کے تناظر میں معاشرتی ہم آہنگی اور قومی استحکام کے لیے اہم ہیں۔

معاشرتی استحکام میں کردار معاشرتی استحکام میں رواداری کا کردار پاکستان کے تناظر میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ یہ معاشرے کو انتشار سے بچاتا ہے اور ہم آہنگی قائم رکھتا ہے۔ رواداری سماجی مسائل جیسے فرقہ واریت اور علاقائی تعصب کو حل کرتی ہے جو استحکام کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ پاکستان میں رواداری معاشی ترقی، تعلیم اور صحت کے شعبوں میں ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ یہ کردار خاندانی اور سماجی سطح پر شروع ہوتا ہے جو قومی سطح پر اثر انداز ہوتا ہے۔ معاشرتی استحکام کے لیے رواداری نوجوان نسل کی تربیت کا حصہ بننی چاہیے۔ اگر رواداری عام ہو جائے تو معاشرہ پر امن اور خوشحال بن جائے گا۔ یہ کردار اسلامی تاریخ کے نمونوں سے مطابقت رکھتا ہے جو پاکستان کے لیے رہنما ہے۔ رواداری معاشرتی زخموں کو بھرتی ہے اور اعتماد پیدا کرتی ہے۔ پاکستان کے تناظر میں یہ استحکام کی ضمانت ہے جو بیرونی اور اندرونی چیلنجز کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ معاشرتی استحکام رواداری کے بغیر ممکن نہیں جو عدل اور انصاف پر قائم ہے۔ یہ کردار قومی وحدت کو مضبوط کرتا ہے اور ترقی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ رواداری معاشرے کو ایک خاندان بناتی ہے جو اللہ کی رحمت کا مظہر ہے۔ اگر ہم اس کردار کو سمجھیں تو پاکستان ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔[28] معاشرتی استحکام میں رواداری کا کردار پاکستان کے لیے ناگزیر ہے جو قومی ترقی اور امن کی بنیاد رکھتا ہے۔

نتیجہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رواداری کا تصور ایک جامع اخلاقی، سماجی اور سیاسی اصول ہے جو قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ مطالعہ واضح کرتا ہے کہ رواداری صرف اختلافات کی برداشت نہیں بلکہ انہیں احترام کے ساتھ قبول کرتے ہوئے معاشرتی ہم آہنگی قائم کرنے کا نام ہے۔ اسلامی تاریخ کے روشن نمونوں اور عصر حاضر کے چیلنجز کے تناظر میں رواداری انسانی بقا اور امن کی ضمانت بن سکتی ہے۔ پاکستان جیسے کثیر الثقافتی ملک میں رواداری قومی یکجہتی، مذہبی ہم آہنگی اور معاشرتی استحکام کی بنیاد ہے۔ اس تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ رواداری اسلامی تعلیمات کا بنیادی جزو ہے جو جبر، تشدد اور انتہاپسندی سے پاک ہے۔

---

[26] ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، الریاض، 1420ھ / 1999ء، جلد 2، ص 345

[27] ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1415ھ / 1994ء، جلد 4، ص 212

[28] الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعۃ، دار المعرفۃ، بیروت، 1417ھ / 1997ء، جلد 3، ص 289

نتائج تحقیق کے اہم نتائج یہ سامنے آئے ہیں کہ رواداری کا اسلامی تصور مغربی لبرلزم سے زیادہ جامع اور الٰہی اصولوں پر مبنی ہے۔ عصر حاضر میں مذہبی انتہا پسندی، مسلکی تعصب، سیاسی مفادات اور سوشل میڈیا کا منفی استعمال عدم رواداری کے بڑے اسباب ہیں۔ جبکہ بین المذاہب مکالمہ، تعلیمی اداروں میں تربیت، خاندانی سطح پر برداشت اور آئینی اصول رواداری کی عملی تطبیقات ہیں۔ پاکستان کے تناظر میں رواداری قومی وحدت اور پر امن بقائے باہمی کے لیے ناگزیر ہے۔ نتائج سے یہ بھی واضح ہوا کہ جہالت اور دینی تعلیمات سے دوری رواداری کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

تجاویز اس تحقیق کی روشنی میں تجویز ہے کہ تعلیمی نصاب میں رواداری کو لازمی مضمون بنایا جائے، بین المذاہب اور بین المسالک مکالمہ کو فروغ دیا جائے اور سوشل میڈیا پر نفرت انگیز مواد کی روک تھام کے لیے موثر قوانین بنائے جائیں۔ خاندانوں اور مساجد میں رواداری کی تربیت پر توجہ دی جائے۔ حکومت کو آئین کے مطابق اقلیتوں کے حقوق کو مزید مضبوط بنانا چاہیے اور قومی سطح پر رواداری کی فرہنگ کو فروغ دینے کے لیے مہم چلانی چاہیے۔ ان تجاویز پر عمل سے پاکستان ایک روادار، پر امن اور متحد معاشرہ بن سکتا ہے جو اسلامی تعلیمات کا حقیقی نمائندہ ہو۔